37

ربوہ وہ مقام ہے جہاں پر تم محض خدا تعالیٰ کی خاطر ہجرت کر کے آباد ہوئے ہو

(فرمودہ 30/اکتوبر 1953ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

"کسی فارسی شاعر نے کہا ہے۔

؎ ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد

یعنی ہر بات کا ایک محل ہوتا ہے اور ہر نکتہ ایک مقام رکھتا ہے۔ جب کوئی بے محل بات کی جائے تو وہ طبیعتوں پر گراں گزرتی ہے اور جب کوئی بے موقع نکتہ بیان کیا جائے تو وہ بھی شاق گزرتا ہے۔ اِسی طرح اگر کسی محل کے مطابق کوئی ضرورت ہو اور وہ پوری نہ کی جائے تو وہ بھی طبیعتوں پر گراں گزرتی ہے۔ اور اگر کسی جگہ کوئی نکتہ بیان کرنے کی ضرورت ہو اور وہ بیان نہ کیا جائے تو بھی طبیعتیں اُسے پسند نہیں کرتیں۔ یہ ایک شاعر کا کلام ہے۔ لیکن یہ کلام اپنے اندر ایک حکمت رکھتا ہے۔ اِس کے اندر ایک صداقت بیان کی گئی ہے جس کا انکار انسانی عقل اور سمجھ نہیں کر سکتی۔ کوئی بات جو بے موقع کہی جائے طبائع اُسے ناپسند کرتی ہیں اور اُسے بے وقوفی، حماقت یا بچپن قرار دیتی ہیں۔

مثلاً تم مسجد میں نماز کے لیے جمع ہو اور سارے کے سارے قبلہ رُو ہو کر بیٹھے ہو۔ خطبہ ہو رہا ہے اور اس کے مناسبِ حال تم خاموش بیٹھے ہو۔ اور عبادت کے پیشِ نظر تم ذکرِ الٰہی کر رہے ہو اَور دینی خیالات تمہارے دلوں میں پیدا ہو رہے ہیں۔ تو یہ نظارہ دیکھ کر ہر ایک کے دل پر نیک اور اچھا اثر ہو گا۔ لیکن یہاں سے اٹھا کر اگر تمہیں میدانِ جنگ میں لے جایا جائے اور وہاں تم اِسی طرح بیٹھ جاؤ تو تمہاری یہی حرکت جو یہاں پسندیدہ ہے وہاں ناپسندیدہ ہو جائے گی۔ مثلاً اگر دشمن مشرق کی طرف ہے اور تم مغرب کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاؤ اور ذکرِ الٰہی میں مصروف ہو جاؤ تو کوئی شخص تمہیں یہ نہیں کہے گا کہ تم مومن ہو یا تمہارا ایمان کامل ہے۔ ہر ایک یہی کہے گا کہ تم بڑے بے وقوف ہو۔

یا مثلاً کھیل کے میدان میں نوجوان کھیلنے جاتے ہیں تو بڑی عمر کے لوگ بھی اُن کی حوصلہ افزائی اور کھیل سے لطف اندوز ہونے کے لیے وہاں چلے جاتے ہیں۔ کھیل کے میدان میں فٹ بال رکھا ہوتا ہے۔ ایک لڑکا دوڑتا آتا ہے اَور اُسے زور سے پیر مارتا ہے۔ اُس کے دوڑنے کے طریق کو لوگ پسند کرتے ہیں اور جس شان سے وہ پیر اٹھاتا ہے لوگ اُسے بھی پسند کرتے ہیں۔ اور جس طرح وہ فٹ بال کو پَیر لگاتا ہے اُسے بھی پسند کرتے ہیں۔ لیکن اگر ہم نماز کے لیے بیٹھے ہوں اور کوئی شخص دوڑتا ہوا آئے اور وہ اپنا پیر اٹھا کر زور سے کسی شخص کی پیٹھ پر مارے تو کوئی شخص اس کی حرکت پر واہ واہ نہیں کہے گا۔ بلکہ اردگرد کے لوگ کھڑے ہو جائیں گے اور کہیں گے کوئی پاگل آ گیا ہے۔ اور اگر انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ وہ شخص پاگل نہیں تو وہ اُسے ناشائستہ اور بدتہذیب قرار دیں گے۔ حرکت وہی ہے جو ایک کھلاڑی کی ہے۔ لیکن اِس پر کوئی شخص تحسین و مرحبا نہیں کہتا۔ بلکہ لوگ اُسے بے وقوف، پاگل یا بدتہذیب قرار دیتے ہیں اور ناشائستہ کہتے ہیں۔

زکوٰۃ کتنی ضروری چیز ہے۔ بنی نوع انسان کی ہمدردی اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرنا، پسندیدہ امر سمجھا گیا ہے۔ اَور اسے دین کا جزو قرار دیا گیا ہے۔ لیکن اس کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اپنے ہاتھوں کو بالکل بھی نہ کھول دو1۔ اور رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے راستے میں اپنا سب کچھ دے دینا۔ اور اس کا یہ نتیجہ ہونا کہ رشتہ دار دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں کوئی نیکی نہیں2۔ پس ہر چیز موقع کے لحاظ سے اچھی ہوتی ہے۔ کھیل

کی جگہ کھیل ہو۔ عبادت کی جگہ عبادت ہو۔ کھیل کے میدان میں جاؤ تو بے شک کھیلو کُودو لیکن اگر عبادت کی جگہ میں آؤ تو عبادت میں لگ جاؤ۔ نماز کے وقت تو نماز ہوتی ہی ہے۔ لیکن اگر نماز کے وقت کے بعد بھی تم مسجد میں جاؤ تو یہی حکم ہے کہ ادب سے بیٹھو اور ذکرِ الٰہی کرو۔

یہ مقام یعنی ربوہ جس کو خدا تعالیٰ نے تمہارے لیے بطور مقامِ ہجرت چُنا ہے یہ بھی ایسے ہی مقامات میں سے ہے جن کی مثال ایک مسجد کی سی ہے۔ اور اِس جگہ جب کوئی شخص آ کر بستا ہے، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، عورت ہو یا مرد، پڑھا ہوا ہو یا اَن پڑھ، اس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اس کی اہمیت کو مدنظر رکھ کر اپنی زندگی گزارے۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں ہجرت کئی قسم کی ہوتی ہے۔ کوئی ہجرت ایسی ہوتی ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کے لیے ہجرت کر کے جاتا ہے۔ پس وہ خدا تعالیٰ کے لیے ہی اپنی زندگی وقف کرتا ہے۔ اور کوئی ایسی ہجرت ہوتی ہے کہ انسان کسبِ مال کے لیے ہجرت کرتا ہے۔ اِس پر وہ اپنے اوقات کو کسبِ مال کے لیے ہی خرچ کرتا ہے۔ پھر کوئی ہجرت ایسی ہوتی ہے کہ انسان کو کوئی عورت پسند آ جاتی ہے تو وہ اُس کے حصول کی کوشش کے لیے ہجرت کر کے جاتا ہے 3۔ پس وہ ہر وقت اِسی دھن میں لگا رہتا ہے کہ لڑکی والے اُس پر خوش ہو جائیں اور اسے رشتہ مل جائے۔ پس جس کام کے لیے انسان اپنے گھر سے باہر نکلتا ہے وہ اپنا وقت اس کے مطابق خرچ کرتا ہے۔ جب وہ اُس کام کے مطابق اپنا وقت خرچ نہیں کرتا ہے تو اُسے لغو اور بے ہودہ قرار دیا جاتا ہے۔ اب جو ہجرت دین کے لیے ہوتی ہے اور جو مقام مقامِ دین قرار پاتا ہے وہ سارے کا سارا ایک قسم کا مسجد کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ خانہ کعبہ کو لے لو۔ وہ تو مسجد ہے ہی۔ لیکن خود مکہ میں رہنا بھی ایک قسم کا مسجد میں رہنا ہے۔ جو شخص مکہ میں رہے اُس کا فرض ہے کہ اپنے فارغ اوقات کو عبادت میں لگائے۔ مسجد نبوی بھی ایک مسجد ہے۔ لیکن جو شخص اُس کے ماحول میں رہتا ہے اُس سے بھی یہ اُمید کی جائے گی کہ وہ سمجھے کہ وہ مسجد میں رہ رہا ہے۔ کیونکہ ہر جگہ کے مناسبِ حال انسان کے اندر خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ماحول نیک ہے تو اس کے مطابق انسان کے اندر نیک خیالات پیدا ہونگے۔ مثلاً کوئی میت پڑی ہو تو اس کے اِردگرد خاموش رہنا اور ہنسی مذاق نہ کرنا اخلاق کا ایک ضروری حصہ ہے۔ اس ماحول کو دیکھ کر ہر نئے آنے والے کے اندر دعا کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ لیکن اگر کوئی لاش پڑی ہو اور اُس کے اردگرد بیٹھے ہوئے لوگ

ہاتھ پر ہاتھ مار رہے ہوں اور قہقہے لگا رہے ہوں تو یہ امید کرنا غلط ہوگا کہ باہر سے آنے والا اس ماحول سے متاثر ہوکر اپنے اندر غم کی کیفیت پیدا کرے گا۔ بلکہ اِس قسم کے ماحول کو دیکھ کر نیا آنے والا شخص حیران ہو جائے گا۔ یا اُسے دیکھ کر اس طرف متوجہ ہوئے بغیر گزر جائے گا۔ اِسی طرح کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور ارد گرد بیٹھے ہوئے لوگ رونے لگ جائیں تو آنے والا یہ خیال کرے گا کہ یا تو بچہ مُردہ پیدا ہوا ہے یا پیدا تو زندہ ہوا تھا لیکن بعد میں مر گیا ہے اور یا ماں مر گئی ہے۔ وہ وہاں آکر نہیں کہے گا کہ مبارک ہو۔ کیونکہ انسان ماحول سے متاثر ہوتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سنایا کرتے تھے کہ کوئی خاکروبہ تھی جو کسی بادشاہ کے محل میں کام کیا کرتی تھی۔ ایک دن وہ محل سے نکلی اور دربار میں آکر صفائی کرنے لگی۔ وہ صفائی کر رہی تھی کہ اچانک اُسے کوئی خیال آیا اور وہ دیوار پر سَر رکھ کر رونے لگ گئی۔ اتنے میں اسباب رکھنے والے نوکر آئے اور انہوں نے اُس خاکروبہ کو روتے دیکھا تو انہوں نے خیال کیا کہ یہ محل کے اندر کام کرتی ہے شاید محل میں کوئی حادثہ ہو گیا ہے اس لیے یہ رو رہی ہے۔ ہمیں اس حادثہ کا علم نہیں ہوا۔ ایسا نہ ہو کہ ہمیں بے وفا خیال کر لیا جائے۔ انہوں نے بھی گھٹنوں پر اپنے سر رکھے اور رونا شروع کر دیا۔ اِتنے میں چوبدار[4] آئے اور انہوں نے دیکھا کہ سب نوکر رو رہے ہیں۔ اِس پر انہوں نے بھی خیال کیا کہ ہمیں محل کے پورے حالات سے خبر نہیں ہوسکی۔ شاید اندر کوئی حادثہ ہو گیا ہے جس کی وجہ سے یہ سب لوگ رو رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارے متعلق یہ خیال کر لیا جائے کہ ہم سب بے وفا ہیں۔ اِس خیال کے آنے پر انہوں نے بھی دیواروں پر سر رکھے اور رونا شروع کر دیا۔ پھر چھوٹے درباری آئے انہوں نے جب ان سب کو روتے دیکھا تو یہ خیال کیا کہ شاید محل میں کوئی حادثہ ہو گیا ہے۔ ہم نے محل کے حالات سے پوری طرح خبر نہیں رکھی۔ چنانچہ انہوں نے بھی آنکھوں پر رومال رکھے اور رونا شروع کر دیا۔ اِتنے میں بڑے وزیر آئے انہوں نے بھی جب سب درباریوں کو روتے دیکھا تو اُن سے رونے کی وجہ پوچھنے کی جرأت نہ کی اور خیال کیا کہ اگر وہ نہ روئے تو یہ خیال کر لیا جائے گا کہ یہ لوگ محل کے حالات سے اِس قدر بے خبر ہیں کہ انہیں پتا ہی نہیں کہ رات کو محل میں کیا حادثہ ہوا ہے۔ اِس لیے انہوں نے بھی آنکھوں پر رومال رکھ لیے اور رونے کی شکل بنالی۔ اتنے میں سب سے بڑا وزیر آیا۔ وہ زیادہ سمجھدار تھا۔ وہ رویا نہیں خاموش رہا

اور ایک وزیر کے پاس کُرسی پر بیٹھ کر اُس سے پوچھنے لگا کہ آخر ہوا کیا ہے جس کی وجہ سے تم سب لوگ رو رہے ہو؟ اُس وزیر نے کہا مجھے تو کوئی پتا نہیں۔ میں نے اُس پاس والے وزیر کو روتے دیکھا تو میں نے بھی اپنی آنکھوں پر رومال رکھ لیا تا کہ مجھے بے وفا خیال نہ کر لیا جائے۔ تب اُس نے ساتھ والے وزیر سے پوچھا کہ تمہارے رونے کا کیا سبب ہے؟ تو اُس نے بھی یہی کہا کہ مجھے علم نہیں میں نے ان سب کو روتے دیکھا تو آنکھ پر رومال رکھ لیا تا دیکھنے والے مجھے بے وفا نہ خیال کریں۔ ورنہ میں رو نہیں رہا۔ ہوتے ہوتے بات خاکروبہ تک جا پہنچی۔ اُس سے دریافت کیا کہ تم کیوں رو رہی تھی؟ تو اُس نے کہا محل میں تو کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ میں نے ایک سُؤر کا بچہ پال رکھا تھا وہ مر گیا ہے۔ میں دربار میں جھاڑو دے رہی تھی کہ مجھے وہ بچہ یاد آ گیا۔ اُس بچہ سے مجھے بہت محبت تھی۔ اس محبت کی وجہ سے میں رونے لگ گئی۔

تو دیکھو! ماحول کا بھی ایک اثر ہوتا ہے۔ یہ ہے تو ایک لطیفہ لیکن یہ ایک امرِ واقعہ ہے کہ ایک مجلس میں لوگ چاہے رونے کی مشق ہی کر رہے ہوں تم اُس مجلس میں آؤ گے تو لوگوں کو روتا دیکھ کر خاموش ہو جاؤ گے۔ اور ظاہری طور پر غم کی کیفیت پیدا کر لو گے۔ پھر تسلی سے بیٹھ کر انہیں سمجھاؤ گے کہ صبر سے کام لینا چاہیے۔ لیکن اگر وہ قہقہہ مار کر کہیں کہ ہم رونے کی مشق کر رہے تھے تو تم حیران ہو جاؤ گے۔ تو ماحول انسان کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اگر مسجد کا ماحول خراب ہوگا تو مسجد میں جانے والوں کی حالت بھی خراب ہوگی۔ اگر مکہ میں رہنے والے اپنی توجہ کو دین کی طرف نہ لگائیں اور اپنے فارغ اوقات کو ذکرِ الٰہی میں خرچ نہ کریں تو خانہ کعبہ میں جا کر بھی وہ جذبہ اور رقّت پیدا نہیں ہوگی جو وہاں جا کر انسان کے اندر پیدا ہونی چاہیے۔ اگر مدینہ والے اپنے فارغ اوقات کو ذکرِ الٰہی میں نہ لگائیں۔ اَور اپنے اوقات کو لغویات میں ضائع کریں تو لازمی بات ہے کہ مسجد نبوی میں جا کر بھی عبادت میں وہ لذت حاصل نہیں ہوگی جو ہونی چاہیے۔ غرض انسان کا ماحول سے متاثر ہونا ضروری ہے۔ روتا ہوا انسان فوراً ہنستا نہیں اور نہ ہنسنے والا فوراً رو سکتا ہے۔ لہو و لعب سے تقویٰ کی زندگی فوراً پیدا نہیں ہوتی۔ نہ سنجیدہ حالت سے انسان فوراً غیر سنجیدہ بن جاتا ہے۔

پس جب اِس مقام کو خدا تعالیٰ نے تمہارے لیے مقامِ ہجرت کے طور پر چُنا ہے تو تم لوگوں پر فرض ہے کہ تم اپنے اوقات کو اس کے مطابق بناؤ۔ پچھلے سالوں میں مسلمان کتنی آفتوں میں

سے گزرے ہیں۔ باپ کسی جگہ تھا تو بیٹا کسی جگہ۔ بھائی کسی جگہ تھا تو بہن کسی جگہ۔ ایک لمبے عرصے تک بیوی کو خاوند کا اور خاوند کو بیوی کا پتا نہ لگ سکا۔ ان تکلیف کے دنوں میں تم سب نے ایک جگہ پر رہنا تجویز کیا تو کیوں؟ صرف اِس لیے کہ تم سمجھتے تھے کہ تمہارے سپرد ایک ایسا فرض ہے جس کو تم اکٹھے ہوئے بغیر ادا نہیں کر سکتے۔ گویا تم نے یہ تسلیم کر لیا کہ ہم سب نے خدمتِ دین کرنی ہے۔ اور خدمت دین اُس وقت تک ہو نہیں سکتی جب تک تم ایک جگہ پر اکٹھے نہ ہو جاؤ، ایک دوسرے سے مشورہ نہ کرو اور ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔ اِس لیے تم نے اِس مقام کو خدا تعالیٰ اور اُس کے دین کی خدمت کے لیے چُن لیا۔ یہی مقاماتِ مقدسہ کی تعریف ہے کہ خدمت دین کے لیے انہیں چُن لیا جائے۔ رسول کریم ﷺ کی جُوتی بھی مقدس تھی۔ کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ کا وجود مقدس تھا۔ اِسی طرح جب **یہ مقام خدا تعالیٰ کے لیے ہو گیا ہے تو اس کے مکان اور اس کی گلیاں بھی مقدس ہیں۔** لیکن جب کوئی جگہ مقدس ہو جاتی ہے تو پہلی تقدیس اپنے ارادہ سے ہوتی ہے اور دوسری تقدیس اللہ تعالیٰ کی قبولیت سے ہوتی ہے۔ پہلے تو ہم ارادہ کر لیتے ہیں کہ فلاں مقام ہم نے خدا تعالیٰ کو دے دیا ہے۔ جیسے حضرت مریم کی والدہ نے فرمایا کہ اے اللہ! میرے پیٹ میں جو بچہ ہے میں اُسے تیری راہ میں وقف کرتی ہوں 5۔ لیکن جب بیٹی پیدا ہوئی تو اسے بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیا 6۔ دوسری تقدیس اس وقت پیدا ہوئی جب خدا تعالیٰ نے اُسے قبول کر لیا 7۔ پس پہلی تقدیس وقف کرنے سے ہوتی ہے اور دوسری تقدیس خدا تعالیٰ کے قبول کر لینے سے ہوتی ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں مل کر تقدیس کو پورا کر دیتی ہیں۔

خدا تعالیٰ کی طرف سے تقدیس دو طرح سے ظاہر ہوتی ہے۔ اول خدا تعالیٰ کی بتائی ہوئی خبروں سے دوم اُس کی تائید اور نصرت سے۔ جب پہلی پیشگوئیوں اور خبروں میں یہ بات تھی۔ کہ ایک ایسا مقام ہو گا جس کی طرف جماعت احمدیہ ہجرت کرے گی تو خدا تعالیٰ نے اس کی تقدیس کی خبر دے دی۔ پھر خدا تعالیٰ کا عمل بھی اِس کی تصدیق کر رہا ہے۔ کتنے فتنے تھے جو جماعت کے خلاف اُٹھے اور پھر اُن فتنوں میں خدا تعالیٰ نے ربوہ کو کس طرح محفوظ رکھا۔ اور جماعت کے کام میں برکت دی اور اسے خدمت کی توفیق بخشی۔ خدا تعالیٰ کا یہ فعل بتاتا ہے کہ اُس نے جماعت کی قربانی کو قبول کر لیا۔ اور اِس مقام کو مقدس بنا دیا ہے۔ پس تم سب کو بڑوں کو بھی اور چھوٹوں کو بھی،

عورتوں کو بھی اور مردوں کو بھی ، اِس جگہ کو عبادت کی جگہ بنانا چاہیے ۔ یہ شہر دوسرے شہروں کی طرح نہ ہو بلکہ اِسے ایک خاص امتیاز حاصل ہو۔ جو وقت بچے اُسے تم عبادت ، بنی نوع انسان کی بہتری ، اُس کی آسائش اور آرام کے ذرائع سوچنے اور ان کے مہیا کرنے میں لگاؤ۔ کیونکہ دین دو ہی چیزوں پر مشتمل ہے ۔ (1) خدا تعالیٰ کی معرفت ، علم اور اُس سے تعلق پیدا کرنا اور (2) بندوں کی محبت ۔ بندوں سے محبت اور ان کی خدمت کرنا خدا تعالیٰ کی صفات کا اظہار ہے ۔ اگر کوئی شخص بنی نوع انسان سے محبت کرتا ہے اور اُن کی خدمت کرتا ہے تو وہ ربوبیت کی صفت کو ظاہر کرتا ہے ۔ گویا ربوبیت کو ظاہر کرنے کا نام ہی شَفْقَتْ عَلٰی خَلْقِ اللّٰہ ہے ۔ پھر خدا تعالیٰ رحمان ہے ۔ اور معرفتِ تامّہ کے لیے ضروری ہے کہ انسان رحمان بنے ۔ اب خدا تعالیٰ پر تو کوئی احسان نہیں کرسکتا ۔ انسان رحمان اِسی طرح بن سکتا ہے کہ وہ بنی نوع انسان پر احسان کرے اور اُن کی خدمت کرے ۔ گویا انسان ربوبیت کی صفت کا اُس وقت تک مظہر نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ بندوں کا ربّ نہ بنے ۔ وہ رحمانیت کا مظہر نہیں بن سکتا جب تک کہ بندوں کے لیے رحمان نہ بنے ۔ وہ ستّاریت کا مظہر نہیں بن سکتا جب تک وہ بندوں کا ستار نہ بنے ۔ وہ غفّاریت کا مظہر نہیں بن سکتا ۔ جب تک وہ بندوں کے لیے غفّار نہ بنے ۔ پس معرفتِ تامّہ کا لازمی نتیجہ ہے ۔ شَفْقَتْ عَلٰی خَلْقِ اللّٰہ ۔ ہم انہیں دو چیزیں کہہ دیتے ہیں لیکن دراصل ہیں یہ ایک ہی چیز ۔ یہ دونوں چیزیں ہر وقت تمہارے سامنے ہونی چاہییں ۔ اور اِنہی کے مطابق تمہیں اپنی زندگی کو ڈھالنا چاہیے ۔

یہ کوئی نیکی نہیں کہ میں نے خطبہ پڑھا یا تقریر کی تو تمہارے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور تم کانپ گئے ۔ لیکن جب گھر گئے تو پہلی سی کیفیت طاری ہوگئی ۔ مسجد میں آ گئے تو ربوہ بن گیا ۔ گھروں میں گئے تو چونڈہ اور لائل پور بن گئے ۔ یہ دین نہیں بلکہ دین کے ساتھ تمسخر ہے ۔ اگر تم اپنے ہمسایہ کے گھر جانا چاہو اور ایک قدم آگے رکھو اور دوسرا قدم پیچھے رکھو تو تم اپنے گھر میں ہی رہو گے ۔ ہمسائے کے گھر نہیں جاسکو گے ۔ اِسی طرح اگر یہاں مسجد میں میرا خطبہ یا تقریر سُن کر تمہارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن گھر جا کر تم پر پہلی سی حالت طاری ہو جاتی ہے تو اِس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے تم ایک قدم آگے رکھو اور ایک قدم پیچھے رکھو ۔ جو شخص ایک قدم آگے رکھتا ہے اور ایک قدم پیچھے رکھتا ہے وہ آگے نہیں بڑھ سکتا بلکہ وہ وہیں رہتا ہے جہاں سے وہ چلا تھا ۔

پس تم یہ پختہ عزم کرو کہ تم جب کوئی بات سنو تو وہ بات تم پر اثر کرے۔ پھر تم گھروں میں جاؤ تو تمہارے گھروں میں، باورچی خانوں میں، سونے کے کمروں میں اور دفتر کے کمروں میں بھی تم پر وہی بات حاوی ہو۔ جب وہ بات تم پر اِس طرح حاوی ہو جائے گی تو وہ تمہارے جسم کا ایک حصہ بن جائے گی۔ تم کپڑے اُتار کر پھینک سکتے ہو لیکن اپنا سر اتار کر نہیں پھینک سکتے۔ اسی طرح جو چیز تمہارے جسم کا ایک حصہ بن جائے گی اُسے تم کبھی اپنے آپ سے جدا نہیں کر سکو گے۔''

(الفضل 11 فروری 1958ء)

1: وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ (بنی اسرائیل:30)

2: بخاری کتاب الفرائض۔ باب میراث البنات

3: بخاری کتاب الایمان باب مَاجَاءَ اَنَّ الْاَ عْمَالَ با لنِّیَّةِ وَ الْحِسْبَةِ

4: **چوبدار:** نقیب۔ عصا بردار، وہ نوکر جو سونے چاندی کا خول چڑھا ہوا عصا لے کر امیروں کے آگے چلتا ہے (فیروز اللغات اردو۔ فیروز سنز لاہور)

5: اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۶﴾ (آل عمران:36)

6: فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی ۚ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۳۷﴾ (آل عمران:37)

7: فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ (آل عمران:38)